پروفیسر ڈاکٹر قاری بدرالدین
شعبۂ عربی، فیڈرل اردو یونیورسٹی کراچی۔
-
حافظ حمادالدین
شعبہ بین الاقوامی تعلقات، جامعہ اردو کراچی۔

عربی زبان وادب کی فصاحت وبلاغت اور اسکی امتیازی حیثیت

THE ELOQUENCE & RHETORIC ARABIC LANGUAGE AND ITS UNIQUENESS

Abstract

The Eloquence & Rhetoric of Arabic Language and its Uniqueness. The Arabic language has always enjoyed a unique status among the major languages of the world. It is a well established fact that all languages of the world have evolved over a period of time through interactions of various communities and cultures. Each language has been influenced by other languages through a natural process of organic growth, where new words are added and old ones become obsolete.

Arabic language has the exceptional characteristic of being almost frozen in time, after the revelation of Quran. It has maintained its grammar and vocabulary intact during last 1400 years. Another extra ordinary feature of this language is its magnificent eloquence and rhetorics in addition to the richness of vocabulary. For muslims, the most important aspect of Arabic language is that it is the language of the Quran, the Prophet (S.A.W.) and the Jannah (Paradise).

The paper attempts to describe these qualities with evidences and brings home the uniqueness and superiority of Arabic Language.

عربی زبان و ادب اپنی ابتدائی آفرینش سے ہی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے، کیوں کہ عربی زبان کو قدرت نے بے شمار لفظی و معنوی محاسن و فضائل سے نوازا ہے، اسی وجہ سے عربی زبان دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت اہمیت کی حامل ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دیگر زبانیں معاشرے میں موجود افراد کے ملاپ اور ان کی زبانوں کے ملاپ سے معاشرے میں جنم لیتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں، لیکن عربی زبان کا وجود ان باہمی ملاپ کی وجہ سے نہیں ہوا۔ چنانچہ احمد حسن زیات لکھتے ہیں:

''عربی زبان کا سب سے پہلی بار وجود میں آنے اور اور اس کی ترقی کے ابتدائی مدارج کا کھوج لگانا کسی محقق کے بس کی بات نہیں رہی؛ اس لیے کہ ہمیں اس زبان کی تاریخ ہی اس وقت سے ملنا شروع ہوئی ہے، جو اس کے عین شباب کا زمانہ ہے، اس سلسلے میں چند ایسے تاریخی کتبوں اور پتھروں سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی، جو جزیرہ عرب میں پائے گئے۔ ا۔

لیکن عربی زبان کے وجود کے بارے میں مذکورہ تحریر سطحی نظر آتی ہے، کہ عربی کی ابتداء کی کھوج لگانا مشکل ہے، کیونکہ بحیثیت مسلمان ہم سمجھتے ہیں کہ عربی زبان ایک الہامی زبان ہے، جو کہ بنی نوع انسان کے زمین پر جلوہ گر ہونے سے قبل بھی اپنا وجود رکھتی تھی۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

اخرج الطبرانی فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان آدم علیہ السلام کان لغتہ فی الجنۃ العربیۃ، فلما عصی سلبھا اللہ تعالی العربیۃ فتکلم بالسریانیۃ، فلما تاب رد اللہ علیہ العربیۃ۔

ترجمہ: ''ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی، جب لغزش ہوئی تو اللہ تعالی نے انہیں عربی زبان بھلا دی اور وہ سریانی میں کلام کرنے لگے، جب توبہ قبول ہو گئی تو اللہ جل شانہ نے پھر عربیت ان کی طرف لوٹا دی۔ ۲۔

اس تحریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ عربی زبان کا وجود بہت قدیم ہے اور اس زبان کو بطور خاص باری تعالی نے پسند فرمایا ہے، اس وجہ سے عربی زبان دیگر زبانوں کے مقابلے میں ممتاز اور جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے یہ عربی زبان آسمانی سرکاری زبان ہے، اور دین اسلام کی بھی سرکاری زبان ہے۔

چنانچہ عتیق الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

''عربی دین اسلام کی سرکاری زبان ہے، اس میں قرآن اتارا گیا، یہی نبی کریم ﷺ کی

احادیث مبارکہ کی زبان ہے، اسی زبان کو ''لغۃ الجنۃ'' کی خلعت سے نوازا گیا ہے اور یہی وہ زبان ہے جسے تمام اسلامی علوم کی '' ام اللغات'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔۳؎

نیز! یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر زبان کی بنیاد پر کسی سے محبت کی جائے تو وہ صرف اور صرف عربی زبان ہے؛ کیونکہ ایک تو آسمانی سرکاری اور دین سماوی کی زبان ہے، دوسرا یہ کہ اس زبان کو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے پسند فرمایا ہے۔

چناچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عرب سے تین وجوہات کی بنیاد پر محبت کرو:

ا۔۔۔میں عربی ہوں۔ ۲۔۔۔قرآن عربی ہے۔ ۳۔۔۔جنت والوں کی زبان عربی ہے۔

درج ذیل حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

''اخرج الطبرانی وابوالشیخ والحاکم وابن مرویہ والبیھقی فی شعب الایمان: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :احبوا العرب لثلاث؛لانی عربی، والقرآن عربی، وکلام اہل الجنۃ عربی''۔۴؎

لہذا ان مذکورہ سطور سے واضح ہو گیا کہ عربی زبان کے وجود کی تحقیق مشکل نہیں ہے، بلکہ عربی زبان کا منبع الوجود بھی اس سے سمجھ میں آگیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ عربی زبان ہی وہ واحد زبان ہے جو آسمانی سرکاری زبان ہے، نیز حوالہ جات سے یہ اندازہ لگانا بہت ہی آسان ہے کہ اس زبان کی اصل کہاں سے چلی آرہی ہے اور عربی زبان نہ صرف اپنے وجود کے اعتبار سے دیگر زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے، بلکہ اپنی فصاحت وبلاغت اور وسعت گیری اور ذخیرہ الفاظ ولغات کے اعتبار سے بھی دیگر زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے ، اور یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان اپنی شرافت اور باعث فضیلت ہونے کے بھی دیگر زبانوں سے افضل ہے، کسی اور زبان کو یہ امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے کہ وہ آسمانی سرکاری زبان بن سکے اور اہل جنت و ماخذ شرعیہ کی زبان بن سکے۔

تمام زبانیں اس دنیا میں انسانوں کے باہمی ملاپ کے ذریعہ بنیں اور اسی دنیا میں ختم ہو جائیں گی ، لیکن عربی زبان وہ واحد زبان ہے جو کہ اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہے گی۔ قبل اس کے کہ ہم مضمون کو آگے بڑھائیں کہ یہ بات تو ہم سنتے چلے آتے ہیں کہ عربی زبان فصیح و بلیغ زبان ہے ، تو فصیح و بلیغ کیا چیز ہے ، لہذا مختصرا ہم ان کی تعریفات سپرد قرطاس کر رہے ہیں ۔ چنانچہ دروس البلاغہ میں ہے:

''الفصاحہ فی اللغۃ تنبئ عن البیان والظهور، یقال افصح الصبیفي منطقه اذا بان وظهر کلامه، وتقع فی الاصطلاح وصفا للکلمۃ والکلام والمتکلم۔۔۔والبلاغۃ فی اللغۃ: ''الوصول'' و''الانتهاء'' یقال:

''بلغ فلان مرادہ''، اذا وصل الیہ، ''وبلغ الرکب المدینۃ''، اذا انتھی الیھا، وتقع فی الاصطلاح للکلام والمتکلم.(۵)

فصاحت کہتے ہیں کہ بات کو ظاہر اور واضح کر کے بیان کیا جائے، اور اصطلاح میں کبھی یہ صفت ''کلمہ'' کی ہوتی ہے اور کبھی ''کلام'' کی اور کبھی ''متکلم'' کی، اگر فصاحت کلمہ کی صفت ہو تو کلمہ ایسا ہو کہ جو مشکل تلفظ سے خالی ہو، یعنی وہ کلمہ جس کا تلفظ زبان پر ثقیل ہو، اس کی ادائیگی مشکل ہو، اس چیز سے وہ خالی ہو، اور وہ کلمہ ایسا ہو جو کہ با معنی، رائج زمانہ اور عام فہم ہو، اسی طرح کلام بھی ایسا ہو کہ وہ مشکل اور ثقیل کلمات پر مشتمل نہ ہو اور اس کلام کا مقصد واضح طور پر سمجھ میں آجائے، اور اگر فصاحت متکلم کی صفت ہو تو مراد یہ ہوگا کہ متکلم کے اندر ایسا ملکہ ہونا چاہیے کہ وہ مقصد کلام کو تعبیر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اور بلاغت کہتے ہیں کہ: کلام اور متکلم اپنے منتہاء تک یعنی آخری حد تک پہنچ جائیں کہ اس کلام اور متکلم کا مقصد واضح طور پر خوب نکھر کر سامنے آجائے اور واضح ہو جائے۔

اسی طرح علامہ سعد الدین تفتازانی فصاحت وبلاغت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''الفصاحۃ: ھی فی الاصل تنبئ عن الابانۃ والظھور یوصف بھا المفرد، مثل کلمۃ فصیحۃ والکلام مثل کلام فصیح وقصیدۃ فصیحۃ۔۔۔ ویوصف بھا المتکلم ایضاً، یقال: کاتب فصیح، وشاعر فصیح، والبلاغۃ ھی تنبئ عن الوصول والانتھاء۔۔۔ الخ''.(٦)

اس عبارت کا مقصد بھی تفصیل کے ساتھ اوپر ذکر کر دیا گیا ہے، ان دو حوالہ جات (جو کہ فصاحت وبلاغت کی تعریف ہیں) سے واضح ہوتا ہے کہ دراصل انسان جو بات کرتا ہے وہ بے معنی اور نامانوس کلمات اور بے مقصدیت سے مزین نہ ہو، بلکہ مانوس کلمات اور آسان عام فہم کلمات کو بیان کیا جائے، جس سے بآسانی مطلب کو سمجھ لے، اس کو فصاحت کہتے ہیں، اور بلاغت یہ ہے کہ متکلم کا کلام مقتضی حال کے مطابق اور بغیر حشو وزیادتی کے سیدھا بیان ہو کہ مخاطب اس کی گہرائی اور تعبیر تک پہنچ جائے، اور مخاطب کا ذہن پراگندہ نہ ہو۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے عربی زبان کو فصیح وبلیغ اور بے شمار لفظی ومعنوی محاسن سے نوازا ہے، جو کہ تمام لسانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور اظہار خیال کا بھرپور ذریعہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس کی مثال خود قرآن کریم سے واضح ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

(وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ)(۷)

ترجمہ: اور اگر ہم اس (قرآن) کو عجمی قرآن بناتے تو لوگ کہتے کہ اس کی آیات کھول کھول کر

کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی اور پیغمبر عربی؟(۸)

دراصل یہ تو کفار مکہ کے ایک اعتراض کا جواب ہے کہ اگر قرآن عجمی زبان میں اتارا جاتا تو ان کا اعتراض تب بھی ختم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ تو ہیں ہی معترض، اس کے علاوہ ان کا کوئی اور کام نہیں ہے، لیکن اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عرب کے سوا جتنی قومیں دنیا میں ہیں ان سب کو عجم کہا جاتا ہے، اور جب اس (عجم) پر ہمزہ بڑھا کر "اعجم" پڑھا جائے تو اس کے معنی کلام غیر فصیح کے ہوتے ہیں؛ اس لیے عجمی اس شخص کو کہیں گے جو عربی نہ ہو اگرچہ کلام فصیح بولتا ہو، اور اعجمی اس کو جو کلام فصیح نہ کر سکے۔ (قرطبیؒ) آیت مذکورہ میں اعجمی فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم قرآن کو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں بھیجتے تو قریش عرب جو قرآن کے پہلے مخاطب ہیں ان کو یہ شکایت رہتی کہ یہ کتاب ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور تعجب سے کہتے کہ نبی عربی ہے اور کتاب اعجمی ہے جو فصیح نہیں ہے۔(۹)

اس آیت مبارکہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم بھی عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ عربی زبان ہی دیگر زبانوں کے مقابلے میں اہمیت اور فضیلت کی حقدار ہے اور فصاحت وبلاغت کی موشگافیوں سے بھرپور ہے اور دیگر زبانیں بولنے والے اس کے مقابلے میں گونگے ہیں۔

اور قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کر کے اس کلام الٰہی کو کلام معجز قرار دے دیا یعنی عربی زبان کو اس مقام پر لے گئے کہ عربی داں خود بھی اس طرح کا کلام لانے سے قاصر ہو گئے، باوجود یہ کہ وہ خود فصیح وبلیغ عربی جانتے تھے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ"(۱۰)

ترجمہ: اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد (ﷺ) پر اتارا ہے، تو تم اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔(۱۱)

> "معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں اس قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی تردد ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ یا کسی دوسرے انسان نے خود بنایا ہے تو اس کا فیصلہ بڑی آسانی سے اس طرح ہو سکتا ہے تم بھی اس قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال بنا لاؤ، اگر تم اس کی مثال بنانے میں کامیاب ہو گئے تو بے شک تمہیں حق ہوگا کہ اسکو کسی بھی انسان کا کلام قرار دو، اور اگر تم عاجز ہو گئے تو سمجھ لو کہ یہ انسان کی طاقت سے بالاتر خالص اللہ جل شانہ کا کلام ہے"۔(۱۲)

عربی زبان اس لیے بھی اپنی وسعت اور خصوصیات کے اعتبار سے دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت اہمیت کی حامل ہے دیگر زبانیں اپنے مقام کے اعتبار سے محدود ہیں، صرف اہل علاقہ ہی اس زبان سے متعارف ہوتے ہیں، اور چونکہ وہ ایک ہی علاقہ میں محدود ہوتی ہے؛ اس لیے ان میں تنوع اور وسعت نہیں ہوتی، جبکہ بین الاقوامی زبانیں جو اقوام عالم میں متعارف ہیں، مثلا: انگریزی، اردو، فارسی وغیرہ باوجود یہ کہ یہ زبانیں صرف اہل علاقہ ہی میں متعارف نہیں، بلکہ بین الاقوامی طور پر ان کو انٹرنیشنل لینگوئج کے طور پر جانا جاتا ہے، پھر بھی ان زبانوں کا دامن تنوع، وسعت لغات اور ذخیرۂ الفاظ سے خالی ہے، جبکہ عربی زبان جو کہ بین الاقوامی طور پر سرفہرست ہے، وہ ان سب سے ممتاز ہے؛ کیونکہ وہ وسعت لغات، ذخیرۂ الفاظ اور تنوع کی دولت سے مالامال ہے۔

الفاظ کی اتنی وسعت کسی اور زبان میں مشکل ہی ملے گی، چنانچہ ڈاکٹر خورشید رضوی عربی زبان کی وسعت اور ذخیرہ الفاظ کے انبار اور کشادگی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> عربی زبان کی وسعت اور ثروت پر نظر ڈالتے ہیں تو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اس محدود سے عرصہ حیات کے ہر معمولی سے معمولی تغیر کے لیے الگ لفظ وضع کیا، اگرچہ لغت نویسوں نے بسا اوقات صفاتی و تشبیہاتی تعبیرات کو بھی مستقل کلمات کی حیثیت دے کر ذخیرہ لغت کو بہت بڑھا دیا ہے۔۔۔تاہم یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ عربی زبان کی وسعت، حیرت انگیز ہے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ باقی تمام سامی زبانوں کے تشریح طلب الفاظ کی وضاحت کے سلسلے میں اہم ترین مرجع کی حیثیت حاصل رہے گی، پھر یہ زبان صرف ذخیرہ الفاظ ہی میں باثروت نہیں، بلکہ قواعد صرف و نحو میں بھی زبردست وسعت کی حامل ہے۔(۱۳)

مزید یہ کہ " عربی کا دامن مطلب کے لیے اپنے اندر جس قدر وسعت رکھتا ہے اس کی مثال کسی اور زبان میں ملنا مشکل ہے، بلکہ تقریبا ناممکن ہے، ایک ایک چیز کے کئی کئی نام، پھر ان کے استعمال کے مواقع بھی جدا جدا، یہ صرف عربی زبان ہی کا اعجاز ہے، مثلا: پینے ہی کو لیجیے، ایک بڑے انسان کے لیے شرب استعمال ہوتا ہے، لیکن چھوٹے بچے کے لیے شرب الطفل کہنے کے بجائے "رضع الطفل" کہا جائے گا، اور اگر جانور نے پیا تو درندے کے لیے "وَلَغَ السَّبع" استعمال ہوگا، جبکہ اونٹ کے لیے "جرع البعیر" کہا جائے گا اور گائے وغیرہ کے لیے "کرع البقر" کہا جائے گا، لیکن اگر کسی پرندے کے پینے کو بتلانا ہو تو پیچھے گزرے کسی لفظ کو استعمال کرنا مناسب نہیں، بلکہ اس کے لیے "عبّ" کا لفظ استعمال ہوگا، "عبّ الطائر" ایک پرندہ نے پیا۔(۱۴)

اسی وسعت اور ذخیرہ الفاظ کو ڈاکٹر حبیب اللہ مختار القصائد البنوریہ میں بیان کرتے ہیں :
''ثم ان ھذہ اللغۃ من اوسع اللغات، فتری فیھا للشیء واحد اسماء عدیدۃ لا یوجد ذلک فی ای لغۃ اخری، فالعسل لہ فی العربیۃ ثمانون اسما، وللحیۃ مائتان، وللاسد خمسماءۃ اسم، وللسیف والجمل لکل واحد منھما الف اسم''.(۱۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جو عالم بے بدل، فقیہ بے مثل ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست ادیب ہیں، فرماتے ہیں کہ : عربی زبان وسیع ترین زبان ہے اور اس کی تمام کی تمام لغات کا ادراک اور احاطہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

ابن درید اور خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ عربی کی کل لغات کی تعداد پانچ کروڑ، چھ لاکھ انسٹھ ہزار چار سو بیس ہیں، ان میں تقریبا انتالیس ہزار چار سو لغات تو متروک ہیں، باقی سب مستعمل ہیں، پھر اس میں تفصیل ہے، دو حرفی کلمات کی تعداد سات سو پچاس، تین حرفی کی تعداد انیس ہزار چھ سو پچاس، چار حرفی کی تعداد تین لاکھ تین ہزار چار سو اور پانچ حرفی کی تعداد چھ کروڑ تین لاکھ پچھتر ہزار ہیں۔ اسی طرح اس کی وسعت کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ عربی میں ایک ہی چیز کے کئی نام ہیں، اور پھر ان میں کئی لغات پائی جاتی ہیں، مثلا: صرف اونٹ اور گھوڑے کے لیے تقریبا پانچ ہزار نام، چیتے اور تلوار کے لیے تقریبا پانچ پانچ سو الفاظ موجود ہیں، اس زبان کی وسعت یہیں تک محدود نہیں بلکہ اس میں مترادف الفاظ موجود ہیں، جو مطالب و معانی کے بہت دقیق فرق کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ الفاظ ایسے حاوی ہوتے ہیں کہ ایک ایک لفظ طویل معنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اسی طرح عار و عیب کو بیان کرنے کے لیے پندرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، تکبر کے معنی کے لیے اٹھارہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، طبیعت اور عادت کو بیان کرنے کے لیے بیس الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ (۱۶)

چنانچہ ابن خالویہ کہتے ہیں کہ میں نے عربی لغت سے شہر کے پانچ سو نام جمع کیے ہیں اور سانپ کے دو سو، حمزہ اصبہانی نے مصائب و آفات کے چار سو نام جمع کیے ہیں۔ ۱۷

چنانچہ واضح ہو گیا کہ عربی زبان اپنے وجود، جامعیت، وسعت لغات و معانی، ذخیرہ الفاظ، اصطلاحات، اسلوب بیان، تعبیرات، قدامت اور مذہبی زبان و آسمانی سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے دیگر زبانوں سے ممتاز ہے، اسی طرح اس دنیا میں بولی جانے والی اکثر زبانیں عربی زبان سے متاثر ہوتی دکھائی دیتی ہیں، ہمارے ملک پاکستان میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں، تقریبا ہر زبان کسی نہ کسی حد تک عربی زبان سے متاثر ہے، خصوصا ہماری قومی زبان اردو نے تو مکمل طور پر عربی کے گہوارہ میں پرورش پائی ہے۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفی خان :

"برصغیر پاک وہند میں جب سے مسلمانوں کا قیام شروع ہوا تو ظاہر ہے کہ انہیں عربی سے اپنے دین کی وجہ سے خصوصی تعلق رہا، اس لیے انہوں نے بکثرت عربی الفاظ اپنے معاشرہ میں استعمال کرنے شروع کر دیے، اور مختلف مقامات کے لوگوں کے اختلاط وارتباط سے عربی الفاظ میں تغیر و تبدل بھی ہوا۔۱۸۔

الفاظ کی ترکیب، اسلوب بیان اور معنوی حسن وخوبی جو اردو زبان کو حاصل ہے، وہ عربی زبان ہی کی بدولت ہے، اسی طرح اردو کے صرفی ونحوی قواعد پر عربی کا کافی اثر ہے، اردو کی اکثر اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں، اسی طرح عربی زبان کی طرح عربی ادب بھی دیگر زبانوں کے ادب سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس ادب کی اعلی ترین مثال خود قرآن کریم ہے، جو کہ ادب کے اعلی مقام پر فائز ہے۔ ادب میں انسانی جذبات واحساسات کی ترجمانی ہوتی ہے یعنی ادب کسی زبان کے شعراء کا وہ نادر کلام جس میں نازک خیالات وجذبات کی عکاسی اور باریک معانی ومطالب کی ترجمانی کی گئی ہو اس زبان کا ادب کہلاتا ہے، عربی زبان کا ادب دنیا کی تمام دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ مالا مال ہے، اس لیے کہ اس کا آغاز آفرینش انسان ہوتا ہے اور اس کی انتہاء عربی تمدن کے مٹ جانے پر ہوگی، خاندان مضر کی یہ زبان اسلام پھیلنے کے بعد صرف ایک قوم ہی کی زبان نہ رہی، بلکہ ان تمام اقوام عالم کی زبان بھی بن گئی، جو وقتاً فوقتاً اسلام کی دعوت قبول کرتی رہیں، یہ دعوت قبول کرنے والے بھی اپنی زبان کے اسرار وغوامض، انوکھے تصورات وخیالات اور نادر مطالب ومعانی کا اس زبان میں اضافہ کرتے رہے اور آگے چل کر یہ زبان حامل دین وادب، داعی علم وتمدن بن کر زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلی، اور اس نے ہر اس زبان کو جو اس سے نبرد آزما ہوئی زیر کر لیا، اسی طرح اس زبان نے یونانیوں، ایرانیوں، یہودیوں، ہندؤوں اور حبشیوں کے قدیم علوم وآداب اپنے اندر جذب کر لیے اور زمانہ کی سخت گردش کے باوجود ان درمیانی صدیوں میں بخیر وخوبی محفوظ رہی، اس نے اپنے گرد وپیش کی کئی زبانوں کو تباہ وبرباد ہوتے دیکھا، مگر یہ بہادری کے ساتھ پر وقار طور پر سر اونچا کیے تمام مذہبی فلسفوں اور ادبی افکار وخیالات کو پنے اندر جمع کرتے ہوئے بسلامت نکل آئی، دوسری قوموں کی زبانیں اس کے مقابلے میں نالوں، ندیوں، نہروں اور دریاؤں کی حیثیت رکھتی ہیں، جو متفرق مقامات پر پڑھنے اور پھیلنے کے باوجود ایک ہی سمندر میں آتی ہیں، اور وہ سمندر عربی زبان ہے۔۱۹۔

خلاصہ

عربی زبان وادب اپنی ابتدائی آفرینش سے ہی فصاحت وبلاغت وقدامت کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ پوری دنیا میں یہ واحد زبان ہے جس کو قدرت نے بے شمار لفظی ومعنوی محاسن و فضائل سے نوازا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر زبان وادب معاشرے میں موجود افراد کے ملاپ اور ان کی زبانوں کے ملاپ سے معاشرے میں جنم دیتی ہے اور پروان چڑھتی ہیں۔ مگر عربی زبان وادب اپنی قدامت کی وجہ سے دیگر زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ بحیثیت مسلمان ہم سمجھتے ہیں کہ عربی زبان وادب ایک الہامی زبان ہے۔ بنی نوح انسان کے زمین پر جلوہ گر ہونے سے قبل بھی اپنا وجود رکھتی تھی۔ یہ وہ مقدس زبان وادب ہے کہ دیگر زبان وادب تو دنیا کے ختم ہوتے ہی وہ بھی ختم ہو جائینگے مگر عربی زبان اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہے گی۔ لہٰذا یہ اعزاز اس عربی زبان وادب کی قدامت کی دلیل ہے۔اس عربی زبان وادب کی فصاحت وبلاغت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ قرآن ومجید اس زبان کو نہ جاننے والے کو گونگے شمار کرتا ہے۔ یہ اپنے قواعد کی وجہ سے بہت آسان ہے۔ کیونکہ اس کے قواعد بہت منظم ہیں۔اس میں لغت وبیان کے مستقل نظام موجود ہے اور محفوظ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محفوظ کتاب اس عربی زبان میں ہے۔اس کی حلاوت و مٹھاس سے وہ حضرات بخوبی واقف ہیں جو لسان عربی ادب کے اصرار و غوامض سے آشنا ہیں۔ آج پوری دنیا پر یہ زبان غالب وحاوی ہے۔ عربی زبان وادب کی فصاحت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ عربی کی کل لغات کی تعداد پانچ کروڑ چھ لاکھ انسٹھ ہزار چار سو بیس ہیں۔ جس میں سے چار سو لغات تو متروک ہیں باقی سب مستعمل ہیں۔اس کی وسعت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ عربی میں ایک ہی چیز کے کئی کئی نام ہیں۔ مثلاً صرف اونٹ اور گھوڑے کے لیے تقریباً پانچ ہزار نام ہیں اور چیتے اور تلوار کے لیے پانچ پانچ سو الفاظ موجود ہیں اس طرح عار اور عیب کے لیے پندرہ الفاظ اور تکبر کے لیے اٹھارہ الفاظ اور طبیعت اور عادت کو بیان کرنے کے لیے بیس الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

المراجع والمصادر

۱۔ زیات احمد حسن استاذ، مترجم، سورتی طاہر، عبدالرحمان، تاریخ ادب عربی، ص:۵۹، لاہور، اشرفیہ پارک، غلام علی پرنٹرز

۲۔ اساتذہ مدرسہ عائشہ صدیقہ، لسان القرآن، ج ا ص ۴، کراچی ناشر: مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، سن اشاعت: ۲۰۰۰

۳۔ عتیق الرحمان، تصریحات شرح سبع معلقات، ص:۱۲، کراچی: دارالکتب الدینیہ، اشاعت اول ۱۴۲۹ھ، اشاعت دوم: ۱۴۳۳ھ، اشاعت سوم: ۱۴۳۶ھ

۴۔ محمد بن عیسی ابو عیسی، جامع الترمذی مع شمائل النبوی، باب: ۶۹، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۴۱ھ

۵۔ حنفی ناصف، محمد دیاب، سلطان محمد، مصطفی طموم، دروس البلاغۃ، ص:۵، ۱۱، لاہو، رار دو بازار المیزان
۶۔ تفتازانی سعد الدین علامہ، مختصر المعانی، ص:۱۳، ۱۲، لاہور: مکتبہ رحمانیہ
۷۔ القرآن، پارہ نمبر:۲۴، سورۃ: حم السجدۃ آیت نمبر:۴۴
۸۔ عثمانی محمد تقی مفتی، آسان ترجمہ قرآن، ص:۷۴، کراچی مکتبہ معارف القرآن، سن اشاعت:۲۰۱۱ ء
۹۔ عثمانی محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ج۷/ص۶۶۳، کراچی ادارۃ المعارف، ۲۰۰۵ ء
۱۰۔ القرآن، سورۃ البقرہ، پارہ نمبر:۱، آیت نمبر:۶۳
۱۱۔ عثمانی محمد تقی مفتی، آسان ترجمہ قرآن ص:۱۰۰۹، کراچی مکتبہ معارف القرآن سن اشاعت:۲۰۱۱ ء
۱۲۔ عثمانی محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ج۱/ص۱۴۳، کراچی ادارۃ المعارف، سن اشاعت:۲۰۰۵ ء
۱۳۔ رضوی خورشید ڈاکٹر، عربی ادب قبل از اسلام ، ج/۱، ص/۱۵۵، لاہور، ناشر: ادارہ اسلامیات پبلیشرز، سن اشاعت: جون ۲۰۱۰ ء
۱۴۔ عتیق الرحمان، تصریحات شرح سبع معلقات، ص:۱۵، کراچی: دار الکتب الدینیہ، اشاعت اول ۱۴۲۹ ھ، اشاعت دوم:۱۴۳۳ ھ، اشاعت سوم:۱۴۳۶ ھ
۱۵۔ مختار حبیب اللہ ڈاکٹر، القصائد البنوریہ، کراچی، ص:۴۵، ناشر: مجلس دعوہ والتحقیق، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن
۱۶۔ محمد نعیم مفتی المواہب النعیمیہ شرح المقامات الحریریۃ، ص:۱۵، کراچی، ناشر: المکتبۃ الجامعۃ البنوریۃ، سن اشاعت:۱۹۹۸ ء
۱۷۔ المنجد، ص:۶۳۲، کراچی آرام باغ، نور محمد کتب خانہ
۱۸۔ خان غلام مصطفی ڈاکٹر، ہمارا معاشرہ اور عربی، مخزن ادب درسی کتاب، مصنف: ، ص:۷۸
۱۹۔ زیات احمد حسن استاذ، مترجم، سورتی طاہر، عبدالرحمان، تاریخ ادب عربی، ص:۴۹، لاہور، اشرفیہ پارک، غلام علی پرنٹرز۔